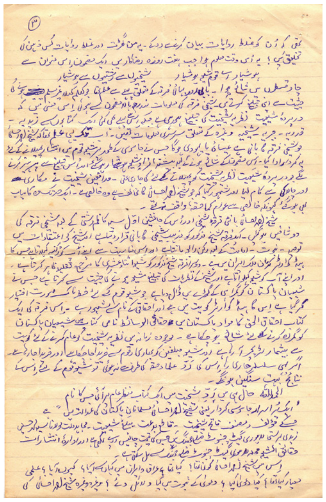
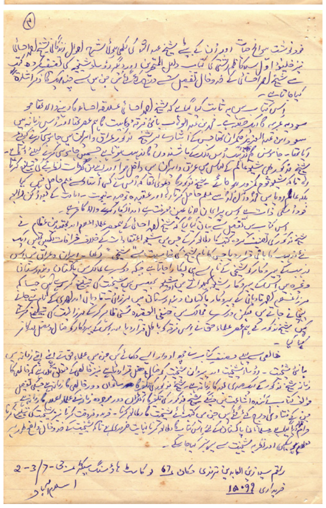
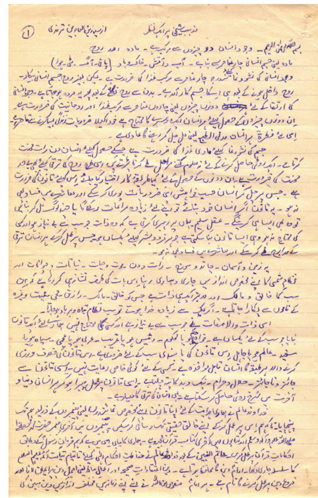
مولانا زین العابدین کی 1985ء میں عقائد پر ایک تحریر

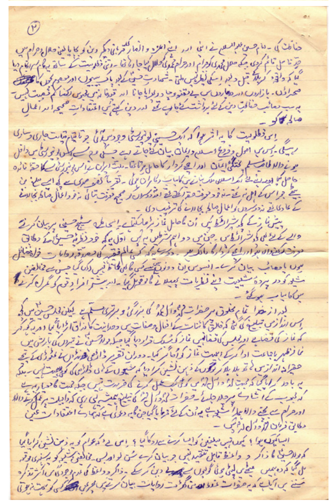






مولانا سیّد زین العابدین ترمذی (مرحوم) امام بارگاہ خرم کالونی، راولپنڈی، میں محفلِ میلاد سے خطاب کرتے ہوئے





مذہب شیخی پر ایک نظر

از سیّد زین العابدین ترمذی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وجودِ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے: مادّہ اور روح۔ مادّہ یعنی جسمِ انسانی چار عناصر سے بنا ہے: آب و آتش۔خاک و باد (پانی، آگ، مٹی اور ہوا)۔ وجودِ انسانی کی نشوونما کے لیے مندرجہ بالا چار عناصر سے مرکب غذا کی ضرورت ہے۔ لیکن بغیر روح جسمِ انسانی بیکار۔ روح داخل ہونے کے بعد ہی اِس کا جسم کارآمد ہے۔ بدن سے روح نکلنے کے بعد پھر یہ مردہ ہو جاتا ہے۔ وجودِ انسانی کے ارتقاء کے لیے دونوں چیزوں یعنی چاروں عناصر سے مرکب غذا اور روحانیت کی ضرورت ہے۔ اِن دونوں چیزوں

کے حصول کے لیے ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے، خود اکیلا ضروریات زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لیے فطرتاً ہر اِنسان مدنی الطبع یعنی مل جل کر رہنے کا عادی ہے۔

جسم کی نشوونما کے لیے مادّی غذا کی ضرورت ہے جس کے حصول کے لیے اِنسان دن رات محنت کرتا ہے۔ ایک روٹی حاصل کرنے کے لیے نامعلوم کتنے مراحل طے کرنا پڑتے ہیں۔ اسی طرح روح کی ترقی کے لیے بھی بے حد محنت کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کے حصول کے لیے کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے، اس کے لیے قانون کی ضرورت ہے جس پر چل کر انسان حسبِ خواہش اپنی ضروریات پوری کر سکے اور معاشرے میں فساد بھی نہ ہو۔ یہ قانون اگر اِنسان خود بنائے تو اپنے لیے زیادہ مراعات رکھے گا یا چند لوگ مل کر بنائیں تو وہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ عقلِ سلیم یہاں پر رہبری کرتی ہے کہ وہ ذات جو سب سے بے نیاز ہو اور کِسی کی محتاج نہ ہو وہی ایسا قانون بنا سکتی ہے جو ہر فرد و بشر کے لیے یکساں ہو اور جس پر عمل کر کے ہر انسان ترقی کے مدارج طے کر سکے اور معاشرے میں فساد بھی نہ ہو۔

یہ زمین و آسمان، چاند و سورج، رات و دن، موت و حیات، نباتات و حیوانات اور نظام شمسی کا اپنے مخصوص انداز میں جاری و ساری رہنا اس بات کی طرف نشاندہی کر رہا ہے کہ ان سب کا خالق و مالک اور مدبر ایک ہی ذات ہے جس کو خالق، مالک، رازق، محی، ممیت وغیرہ کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو سب نظام تباہ و برباد ہو جاتا۔

اسی ذات والا صفات نے جو سب سے بے نیاز ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہمارے لیے ایک قانون بنایا جو سب کے لیے یکساں ہے۔ خواہ حاکم ہو یا محکوم، رئیس ہو یا غریب، عربی ہو یا عجمی، سیاہ ہو یا سفید، عالم ہو یا جاہل اس قانون کی پابندی سب کے لیے ضروری ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والا ہر طبقہ کا اِنسان قابل مواخذہ ہے۔ کِسی کے لیے کوئی خاص رعایت نہیں۔ اسی قانون سے جائز و ناجائز، حلال و حرام، نیک و بد کا پتہ چلتا ہے۔ اسی قانون پر عمل پیرا ہو کر ہر انسان دنیا و آخرت میں سرخ روئی حاصل کر سکتا ہے۔ یہی انسان کی ترقی کا معیار ہے۔

خداوند عالم نے ہماری ہدایت کے لیے اپنا قانون اپنے مخصوص نمائندوں یعنی پیغمبروں کے ذریعہ ہم تک پہنچایا۔ تاکہ ہم اس پر عمل کر کے اپنے خالق حقیقی تک رسائی کر سکیں۔ پیغمبروں میں آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں اور کتابوں میں آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے مطابق احکاماتِ قرآن پر عمل کریں۔ خاتم النبیین کے بعد خداوند عالم نے حفاظتِ احکامِ الٰہی کے لیے تا قیام قیامت آئمہ علیہم السّلام کا سلسلہ جاری رکھا۔ امام علیہ السّلام دین کا محافظ ہوتا ہے۔ دین اعتقاداتِ صحیحہ اور اعمالِ صالح یعنی اصولِ دین پر ایمان لانا اور فروعِ دین پر عمل کرنے کا نام ہے۔ ہر امام علیہ السّلام منصوص من اللہ نے اپنے اپنے زمانہ میں مختلف انداز میں دینِ مبین کی حفاظت کی۔ امام حسین علیہ السّلام نے اپنی اور اپنے اعزّہ و انصار کی قربانی دے کر دین کو بچایا یعنی حلال و حرام میں حدِّ فاصل قائم کر دی جب کہ حلال محمدی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال کیا جا رہا تھا۔ اتنی مظلومیت کے ساتھ یہ کام سر انجام دیا گیا کہ واقعہ کربلا کے قبل و بعد اس کی نظیر نہیں ملتی۔ شہادتِ حسین علیہ السّلام کے بعد پاک بیبیوں اور معصوم بچّوں کا صحراؤں، بازاروں اور درباروں میں بے مقنعہ و چادر پھرایا جانا اور قید خانہ میں محبوس رکھنا کم مصیبت نہیں۔ یہ سب مصائب حفاظتِ دین کے لیے برداشت کیے جا رہے

تھے اور دین کہتے ہیں اعتقاداتِ صحیحہ اور اعمالِ صالح کو۔

اس مظلومیت کا یہ اثر ہوا کہ ایک حسینی یونیورسٹی وجود میں آئی جو تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گی۔ اس میں اصول و فروعِ اسلام و ایمان بیان کیے جاتے رہے جس کی وجہ سے اس یونیورسٹی میں داخل ہونے والا طالب علم پختگیٔ ایمان اور اچھے کردار کا حامل ہوتا تھا۔ ملّتِ ایران نے اس یونیورسٹی سے کماحقہٗ فائدہ حاصل کیا اور اپنے لیے ایک اسلامی ملک بنانے میں کامیاب و کامران ہوئی۔ تقریباً نصف صدی سے کچھ ایسے مبلّغ بن بیٹھے جو اس کے اہل نہ تھے۔ نہ خود معرفت حقہ رکھتے تھے اور نہ دوسروں کو صحیح معرفت بتائی، نہ خود اعمال صالح بجالانے کے عادی تھے اور نہ دوسروں کو اعمال صالح بجالانے کی ترغیب دی۔

پیش نماز کے لیے کچھ شرائط ہیں جن کا حامل نماز پڑھا سکتا ہے۔ اسی طرح سٹیجِ حسینی پر بیان کرنے والے کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں جن میں دو اہم شرطیں یہ ہیں: اوّل یہ کہ خود نظریہ حسین علیہ السّلام کے مطابق معرفت رکھنے والا ہو اور اچھے کردار کا مالک ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی عالم فقیہ کی مصدقہ روایات خواہ فضائل ہوں یا مصائب بیان کرے۔ افسوس ان دونوں میں سے کسی کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا جس سے مخالفین شیعہ کو در پردہ شیعیت اپنے نظریات پھیلانے کا موقع مل گیا اور وہ بیشتر افرادِ قوم کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

بعد از خدا تمام مخلوق پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد علیہم السّلام کی بزرگی و برتری مسلّم ہے۔ لیکن مجلس حسین علیہ السّلام میں کچھ اس انداز سے تبلیغ کی گئی کہ خالق کائنات کے افعال و صفات میں وحدانیت کا مذاق اڑایا گیا اور یہ کہہ کر کہ نماز کی قضا ہے اور مجلس کی قضا نہیں نماز کو سُبک قرار دیا گیا جب کہ مولا حسینؑ نے تیروں کی بارش میں نمازِ ظہر باجماعت ادا کر کے اہمیتِ نماز کو اجاگر کیا۔ دوران تقریر داڑھی مونڈوں نے ٹھوڑی کے نیچے حقیرانہ انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں کو ذہن نشین کرا دیا کہ شیعوں کے ہاں داڑھی کی کوئی اہمیت نہیں۔ بلکہ یہ باور کرایا گیا کہ محبتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد علیہم السّلام میں کوئی نیک عمل کرنے کی ضرورت نہیں جب کہ محبت کا معیار یہ ہے کہ محبوب کے اشارے پر چلا جائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آلِ محمد علیہم السّلام کی تبلیغ ہمیشہ یہی رہی کہ واجبات پر عمل کرنے والا اور حرام سے بچنے والا ہمارا شیعہ ہے۔ یہ اُن کے لیے فرمایا گیا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے اعتقادات عین مطابق فرمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد علیہم السّلام ہیں۔

ایسا کیوں ہوا؟ کیوں نہیں مبلّغین کو ایسا کرنے سے روکا گیا؟ اِس لیے کہ عوام کو یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ مولا حسین علیہ السّلام کا ذاکر و واعظ قابلِ تنقید نہیں۔ جو بیان کرے سُن لو اور بس۔ مخالفین شیعہ کو یہ سنہری موقعہ مل گیا کہ وہ ہمیں میٹھے میں لپٹی ہوئی گولیوں سے بے دین کر سکیں۔ ذاکر و واعظ کی عدم موجودگی میں اکثر تذکرہ سُننے میں آیا ہے کہ یہ حضرات غلط اور من گھڑت روایات بیان کرتے ہیں پھر بھی کِسی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ اُن کو غلط روایات بیان کرنے سے روکے۔ یہ من گھڑت اور غلط روایات کس ذہن کی تخلیق ہیں؟ یہ اُس وقت معلوم ہوا جب ہفت روزہ رضاکار میں ایک مضمون اِس عنوان سے

ہوشیار اے قوم شیعہ ہوشیار
شیخیوں سے رشتیوں سے ہوشیار

چار قسطوں میں شائع ہوا۔ بابی اور بہائی فرقوں کے متعلق پہلے سے علم تھا جو کھلم کھلا غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے اپنی تبلیغ کرتے ہیں۔ شیخی فرقہ کی معلومات مندرجہ بالا مضمون سے ہوئیں اس معنی میں کہ درپردۂ شیعیت نظریہ شیخیت کی تبلیغ ہو رہی ہے جب کہ اس سے پہلے بھی کئی ایک کتابوں سے زیدیہ، قدریہ، جبریہ، شیخیہ وغیرہ کے متعلق سرسری معلومات تھیں۔ اب تک یہی علم تھا کہ شیخ احمد احسائی جو شیخی فرقہ کا بانی ہے عیسائی یا یہودی ہو گا جس نے جاسوسی کے طور پر شیعہ قوم میں انتشار پھیلانے کے لیے یہ کردار ادا کیا۔ اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد بیشتر افرادِ شیعہ ہوشیار ہو گئے اور اُس تبلیغ سے پرہیز کرنے لگے جو درپردۂ شیعیت نظریہ شیخیت کو پھیلانے کے لیے کی جا رہی تھی۔ مدافعینِ شیخیت نے مکاری اور چالاکی سے کام لیا اور مشہور کیا کہ جو شیخ احمد احسائی کا مخالف ہے وہ خالصی ہے۔ ایک حد تک وہ کامیاب بھی ہو گئے کیونکہ خالصی سے عوام کماحقہٗ واقف نہ تھے۔

شیخ احمد احسائی بانی فرقۂ شیخی اور اُس کے جانشینِ اوّل سیّد کاظم رشتی کے بعد شیخی فرقہ کی دو شاخیں ہو گئیں۔ ایک فرقہ شیخ مذکور کو مذہب شیخی کا بانی قرار دیتا ہے اور شیخ کو اعتقادات میں توحید، نبوت اور امامت کے بعد رکن رابعہ مانتا ہے اور اس مناسبت سے اپنے آپ کو رُکنیہ کہلاتا ہے جس کا ہیڈ کوارٹر کرمان ملک ایران میں ہے۔ دوسرا فرقہ شیخ مذکور کو شیعہ اثنا عشری کا مرجع تقلید ظاہر کرتا ہے اور اپنے آپ کو شیعہ کہلواتا ہے اور شیخ کے نظریات کی تبلیغ شیعہ ہونے کی حیثیت سے کرتا ہے جس نے شیعیان پاکستان کو گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ جو شیعہ قوم کے لیے خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ اِس کا ہیڈ کوارٹر کویت میں ہے اور احقاقی کے نام سے مشہور ہے۔ اِس فرقہ کی ایک کتاب احقاق الحق کا مواد پاکستان میں حقائق الوسائط نامی کتاب میں شیعیان پاکستان کو گمراہ کرنے لیے شائع ہو چکا ہے۔ موجودہ زمانہ میں نظریہ شیخیت کو عام کرنے کے لیے کویت سے بے شمار لٹریچر آ رہا ہے اور شیعہ مبلّغین کو بھاری رقوم سے خریدا جا چکا ہے اور خریدا جا رہا ہے۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہا اور اِس کی رَدّ علماء حقہ کی طرف سے نہ ہوئی تو شیعہ قوم کے لیے اِس کے نتائج بہت سنگین ہوں گے۔

الحمد للہ حال ہی میں رَدِّ شیخیت میں ایک کتاب منظرِ عام پر آئی جس کا نام "ایک پر اسرار جاسوسی کردار یعنی شیخ احمد احسائی مسلمانانِ پاکستان کی عدالت میں" ہے، جس کے مؤلف و مصنف فاتح شیخیت، قاطع بدعت، مبلّغ شیعیت، مجاہد ملّت مولانا سیّد محمد حسین زیدی برستی لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ ہیں اور جس کی قیمت چالیس روپے لکھی ہے اور ادارۂ انتشارات حقائق الشیعہ محلہ لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ سے مل سکتی ہے۔

اس میں شیخ احمد احسائی کون تھا؟ کیا تھا؟ عراق و ایران میں کہاں سے آیا؟ کیوں آیا؟ علمی معیار کیا تھا؟ کیا دعویٰ کیا؟ دعویٰ کے ثبوت میں کیا دلائل دیے؟ وغیرہ وغیرہ، شیخ احمد احسائی کی خودنوشت سوانح حیات اور اُن کے بیٹے شیخ عبداللہ کی لکھی ہوئی شرح احوال زندگانی شیخ احمد احسائی نیز خلیفہ اوّل سیّد کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحرین اور دیگر رؤساء شیخیہ کی تصنیف کردہ کتب سے شیخ احمد احسائی کے خدوخال تفصیل سے درج کیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر اشارتاً کیا جاتا ہے۔

اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شیخ احمد احسائی علاقہ احساء کا رہنے والا تھا جو سعودی عربیہ کا ایک حصّہ ہے۔ محمد بن عبدالوہاب بانی فرقہ وہابیت کا ہم عصر تھا اور اُس زمانہ میں سعود ابن عبدالعزیز حکمران تھا جس کے اشارے پر شیخ مذکور

عراق و ایران میں جاسوسی کرنے کے لیے آیا تھا۔ جاسوس کا ظاہراً مذہب اُس ملک کے باشندوں کا مذہب ہوتا ہے جس میں جاسوسی کرنے کے لیے آتا ہے۔ شیخ مذکور بھی شیعہ عالم کے لباس میں عراق و ایران میں داخل ہوا اور اپنے من گھڑت نظریے کی تبلیغ کرتا رہا تاکہ شیعہ قوم کمزور ہو جائے۔ شیخ مذکور کا دعویٰ تھا کہ اُس نے کسی اُستاد سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ عالم رویا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آلِ محمد علیہم السّلام سے علم حاصل کرتا رہا اور عقیدہ توحید، نبوت، امامت کے بعد رُکن رابعہ خود اُس کی ذات ہے اور اِس پر ایمان لانا عین معرفت ہے اور انکار کرنے والا کافر ہے۔

اس کتاب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ شیخ احمد احسائی کے ہمعصر علماء اعلام اور مجتہدین عظام نے شیخ مذکور کی تصنیف کردہ کتب جن میں شیعہ اعتقادات کے خلاف خرافات لکھی تھیں کا مطالعہ کر کے اسے ایک نئے مذہب کا بانی قرار دیا جس کا نام شیخ کی مناسبت سے "شیخی" رکھا۔ ایران و عراق میں اس مذہب کے پیروکار کو شیخی کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے جب کہ دوسرے ممالک بشمول پاکستان و ہندوستان وغیرہ میں اس کے پیروکار شیعہ کہلواتے ہیں اور شیعہ بھیس میں شیخیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار پاکستان و ہندوستان میں مرزائی، قادیانی اور احمدی کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں لیکن دوسرے ممالک میں حنفی العقیدہ سُنّی ظاہر کر کے مرزائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ شیخ مذکور کے ہم عصر علماء حق نے اِس فرقہ کو باطل قرار دیا اور اِس کے پیروکار کو ضال و مضل اور کافر کہا گیا۔

خالصی سے پہلے مصنف کتاب نے چھ ادوار ایسے دکھائے ہیں جن میں علماء حق نے اپنے اپنے زمانہ میں بانی شیخیت، رؤساء شیخیت اور پیروان شیخیت کو ضال و مضل قرار دیا ہے۔ نیز خالصی کے متعلق لکھا ہے کہ خالصی کا زمانہ شیخ مذکور کے ایک صدی بعد کا زمانہ ہے۔ شیخ مذکور کی تکفیر کا ساتواں دور خالصی کا زمانہ ہے جس کی تفصیل مؤلف کتاب آئندہ اشاعت میں دیں گے۔ شیخ مذکور کی تکفیر کا آٹھواں دور موجودہ زمانہ کے علماء اعلام کا زمانہ ہے جن کے فتاویٰ درج کیے گئے ہیں جن میں کتب ہائے شیخیت کا مطالعہ کرنا، خرید و فروخت کرنا، نیز شیخیت کی تبلیغ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ شیخیت کے خدوخال واضح طور پر معلوم ہو سکیں اور نظریہ شیخیت سے پرہیز کیا جا سکے۔

نوٹ: مولانا سیّد زین العابدین ترمذی (1917ء–2009ء) نے مندرجہ بالا تحریر مولانا سیّد محمد حسین زیدی برستی کی کتاب "ایک پراسرار جاسوسی کردار یعنی شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں" کے جنوری 1985ء میں شائع ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد لکھی۔ وہ ان دِنوں مکان نمبر 67، لو کاسٹ ہاؤسنگ، سیکٹر جی۔7/3–2، اسلام آباد میں رہتے تھے۔ مولانا سیّد زین العابدین ترمذی کا ذکر کتاب "مسند حسین اصغر رضی اللہ عنہ" (ص301–307)، کتاب "ہمارے بزرگ اور تقسیم ہند" (ص205–207 اور 286–288) اور تحریر "علامہ محمد حسین ڈھکو اور ان کے کچھ ساتھی" میں ہے۔ یہ مصادر انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

(سیّد قمر عباس ابن مولانا سیّد زین العابدین ترمذی)